Anwar al-Sirah: International Research Journal for the Study of the Prophet Muhammad (PBUH)'s Biography
ISSN: 3006-7766 (online)and 3006-7758 (print)
Open Access: https://journals.iub.edu.pk/index.php/anwaralsirah/index
Published by: Seerat Chair, The Islamia University of Bahawalpur, Pakistan

حقوق نسواں کا نبوی تعلیمات کی روشنی میں تحقیقی مطالعہ

Research Study on Women's Rights in the Light of Prophet Teachings

Rehana Kanwal
M.Phil Scholar Sadiqabad
Email: rehanakanwal285@gmail.com

Abstract

History testifies that women were oppressed for a long period of time. Greece, Egypt, Rome, in every nation and in every continent, women were tyrannized. Men would buy and sell the women to fulfil their own pleasures of life. The Arabs even considered the women a cause of shame and used to bury the young girls alive. No social status was given to the women in most of the world's civilizations. Islam not only gave women the right to survive but also determined their status as a mother, daughter, wife and sister. By confirming their religious, social, economic, legal and administrative role, Islam guaranteed their rights. As a result, a civilization was created in which women were considered an important part of the society. The Prophet ﷺ elevated women to the highest possible level of dignity and greatness. The women were also entitled to the rights of dower, alimony, respect and honor. As mothers, they were conferred a great status and paradise was laid under their feet. The obedience of one's mother was made the source of success in this world and the hereafter. Islam instructed to make sure a proper upbringing and education for women as daughters. It acknowledged their right of property and intervention in this right was held to be unlawful. It set the stoning and other adultery punishments for criminals in order to protect chastity and honour of women.Their testimony was acknowledged as rightful. They were allowed to preach the religion of Islam. The importance of women's rights in the foundation of the modern Muslim state is recognized as true, provided that the establishment and provision of the rights are in accordance with the Islamic teachings. In this article, women's rights will be described in the light of Islamic teachings..

Keywords: Women's rights, right to inheritance, right of dower, alimony, marriage, divorce

تعارف:

تاریخ اس بات پر شاہد ہے کہ دنیا کی تہذیب یافتہ قوموں اور مذاہب عالم نے عورت کے حقوق کو سلب کیا اور اسے ایک جیتی جاگتی ہستی کی بجائے مخل تمدن عنصر گردانتے ہوئے میدان عمل سے ہٹا دیا۔ مرد نے جس عظیم ہستی کی گود میں پرورش پائی، جس سے سکون زندگی حاصل کیا، جس کی رفاقت میں اپنی حیات کو پُرکشش اور خوشگوار بنایا، جس کی مسکراہٹ سے اپنی تلخیوں کو راحتوں میں بدلا، ہمیشہ اسی ہستیکو اپنے وحشیانہ اور سفاکانہ مظالم کا نشانہ بنایا۔ اس کی عزت کے درپے اور اس کی ذلت کا سبب بنا رہا۔[1]

قبل از اسلام عورت کو ذلّت و حقارت کی نظر سے دیکھا جاتا تھا۔ تمام اقوام عالم عورت کے وجود کو ایک مکروہ دھبہ تصور کرتے تھے۔ صنف نازک (عورتیں) صنف کرخت (مردوں) کے مقابلے میں ہمیشہ سے حقوق کے استحصال کا شکار رہیں۔ تاریخ اس بات پر گواہ ہے کہ عورتوں کے ساتھ ظلم و بربریت کا سلوک روا رکھا گیا۔[2] ذیل میں زمانہ قدیم کی مختلف تہذیبوں میں عورت کے مقام پر بحث پیش کی جاتی ہے:

یونان، مصر، روم اور ایران میں عورت کا مقام:

قدیم دور میں جو قوم تہذیب و تمدن اور علمی و فنی لحاظ سے ترقی یافتہ دکھائی دیتی تھی، وہ اہل یونان تھی۔ لیکن ان میں عورت کا مقام و مرتبہ بہت پست تھا، اسے بار گراں سمجھا جاتا تھا۔ لڑکے کی ولادت کے موقع پر خوشی منائی جاتی اور لڑکی کی ولادت پر اظہار غم کیا جاتا تھا۔ اس دور کے فلسفی سقراط کے نزدیک عورت سے زیادہ فتنہ و فساد کی چیز دنیا میں کوئی اور نہیں۔[3] یہی حال روم، مصر اور ایران میں تھا۔

عورت کی شادی اس کی رضامندی کے بغیر کی جاتی تھی۔ اگر باپ مرتے وقت وصیت میں اپنی بیٹی کسی کے حق میں کر جاتا تو بیٹی کو وہ وصیت پوری کرنا پڑتی۔ بھائی کی موجودگی میں وہ حقِ وراثت سے محروم کر دی جاتی۔ اکیلی ہوتی تو وارث بنتی۔[4] اس سلسلے میں امیر علی لکھتے ہیں: یونانیوں کے نزدیک عورت کا مقام و مرتبہ کنیز کی مانند تھا جسے فروخت کیا جاتا اور دوسروں کے حوالے کیا جاتا۔ اسے ایک ایسی برائی گردانا جاتا تھا جو گھریلو امور اور اولاد کی پرورش کے لیے ضروری تھی۔[5] لڑکا پیدا ہونے کی صورت میں اسے کچھ عزت حاصل ہوتی ورنہ عموماً عورت کی حالت دگرگوں ہی تھی۔ اگر مرد کو عورت کے چال چلن کے بارے میں ذرا سا شک ہو جاتا تو اسے حق تھا کہ وہ اپنے ہاتھوں سے اسے مار ڈالے اور اس کی اولاد کو اپنی اولاد نہ مانے۔ اس کی اجازت اسے رائج الوقت قانون بھی دیتا تھا۔

عورت کو کسی عہدے کا اہل نہ سمجھا جاتا تھا حتیٰ کہ کسی بھی معاملے میں اس کی گواہی قابل قبول نہ تھی۔[6] رومی باشندے عورت کے حقوق متعین کرتے ہوئے اس نتیجے پر پہنچے: وہ ایک بے جان قالب ہے۔ اس وجہ سے وہ اخروی زندگی میں کوئی حصّہ نہیں پا سکے گی۔ وہ ناپاک اور نجس ہے۔ اس کو گوشت کھانے، ہنسنے اور بولنے کی اجازت بالکل نہیں دی جا سکتی۔ اس کو اپنا تمام وقت خدمت گزاری میں صرف کرنا چاہیے۔ اس کی زبان بندی کے لیے اس کے منہ پر تالہ ڈال دیا جائے۔[7] روم میں اسقاط حمل کوئی ناجائز فعل نہ سمجھا جاتا تھا۔ ازدواجی تعلق کی ذمہ داریوں سے صرف نظر کی جاتی جس کی بدولت طلاق کی شرح میں اس قدر اضافہ ہوا کہ بات بات پر رشتہ ازدواج کو توڑا جانے لگا۔

ایرانیوں کی اخلاقی حالت اس قدر شرمناک تھی کہ باپ، بھائی، اپنی بیٹی اور بہن کو زوجیت میں لے لیتے۔[8] مرد ہر قسم کی اخلاقی، مذہبی اور قانونی پابندیوں سے آزاد خیال کیا جاتا۔ ایرانی مفکر مزدک کے خیال میں شر و فساد کا مؤجب مال اور عورت بنتے ہیں چونکہ ان کی ملکیت پر لوگ لڑتے ہیں۔ اس لیے ان کی ملکیت ختم ہو جانی چاہیے تاکہ ہر طرح کا کینہ و فساد ختم ہو جائے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ تمام قسم کی اخلاقی و اجتماعی حدود و قیود ختم ہو گئیں۔ ہر طرف مردوں کی نفس پرستی اور شہوت کا دور دورہ ہو گیا اور بغض و عناد اور کینہ و فساد میں مزید اضافہ ہو گیا۔[9] ڈولنجبر اپنی کتاب "شرفاء اور یہود" میں لکھتا ہے: عہد نبوی میں ایرانوں کی اخلاقی حالت بہت خراب تھی۔ شادی کا کوئی باقاعدہ قانون نہ تھا۔ "زند اوستا" میں بیوی کے بارے میں کوئی قانون نہ ہونے کی وجہ سے مرد کئی کی بیویاں رکھ سکتے تھے۔ ان کے علاوہ ان کی داشتائیں بھی ہوتی تھیں اور دیگر عورتوں سے ناجائز تعلقات بھی رکھتے تھے۔[10] مصری عورت کے ساتھ ظلم و ستم کا یہ عالم تھا کہ اگر کوئی شخص مر جاتا تو اس کی بیوی کو اس کے ساتھ ہی دفن کر دیتے تھے۔ قحبہ گری عام تھی۔ مصری لوگوں کے حرم میں عورتوں کی بہتات تھی۔ اکثر وہ اپنے محرم رشتوں تک سے شادی کر لیا کرتے تھے۔[11]

عرب میں عورت کا مقام:

تاریخ عرب کو دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ پہلا حصہ قبل از اسلام کا زمانہ یا دور جاہلیت کہلاتا ہے اور دوسرا حصہ بعد از اسلام کا زمانہ یا اسلامی دور کہلاتا ہے۔ دور جاہلیت میں عرب میں عورتوں کی حالت ابتر تھی۔ مردوں کے لیے ان کا وجود باعث شرم تھا۔ عورتیں بھیڑ بکریوں کی طرح فروخت کی جاتی تھیں۔ انہیں صرف اور صرف مرد کی خواہشات کی تکمیل کے لیے استعمال کیا جاتا تھا۔[12]

دور جاہلیت میں بحیثیت بیٹی عورت کی کوئی حیثیت نہیں تھی۔ اسے ذلت و رسوائی کا سبب سمجھا جاتا تھا۔ بلاد عرب میں دختر کشی کی رسم عام تھی۔ تاریخی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس رسم کی ابتداء قبیلہ بنو اسد کے امراء سے شروع ہوئی اور پھر اسے بنو ربیع، بنو کفیلہ اور بنو تمیم کے لوگوں

نے بھی اختیار کر لیا۔ بعد میں اس کی تقلید نچلے طبقات کے لوگوں میں بھی فروغ پا گئی۔ سب سے پہلا شخص جس نے اپنی بیٹی کو زندہ درگور کیا وہ قیس بن عاصم تھا۔[13] تفسیر ابن کثیر میں ہے کہ قیس بن عاصم نے جاہلیت میں آٹھ دس لڑکیاں زندہ دفن کی تھیں۔[14]

بیٹی کے ساتھ جو ناروا سلوک ہوتا اس کے متعلق قرآن میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

يَتَوَارَىٰ مِنَ الْقَوْمِ مِن سُوءِ مَا بُشِّرَ بِهِ أَيُمْسِكُهُ عَلَىٰ هُونٍ أَمْ يَدُسُّهُ فِي التُّرَابِ أَلَا سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ[15]

(چھپتا پھرتا ہے لوگوں (کی نظروں) سے اس بری خبر کے باعث جو دی گئی ہے اسے (اب یہ سوچتا ہے کہ وہ بچی کو اپنے پاس رکھے) ذلت کے ساتھ یا گاڑ دے اسے مٹی میں۔ آہ کتنا بُرا ہے وہ فیصلہ جو وہ کرتے ہیں)

اس دور میں خواتین کا بحیثیت ماں کوئی مقام نہ تھا۔ ان کو ملکیت کی طرح سمجھا جاتا تھا۔ اگر کوئی مر جاتا تو باقی ملکیت کے ساتھ اس کے بیٹے اس کی بیوی کے بھی وارث بن جاتے تھے۔ سوتیلی ماں کے ساتھ شادی کرنا ان کے ہاں معیوب نہ تھا۔ علامہ ابو بکر جصاص لکھتے ہیں:وقد كان نكاح امرأة الاب مستفيضا شائعاً فى الجاهلية[16] (سوتیلی ماں سے نکاح جاہلیت میں عام تھا۔)الاسود بن خلف تزوج امرأة ابيه، وفى صفوان بن اميه بن خلف تزوج امرأة ابيه[17](اسود بن خلف نے اپنی ماں کے ساتھ شادی کی اور اسی طرح صفوان بن امیہ بن خلف نے بھی اپنی ماں کے ساتھ شادی کی۔) قبل از اسلام عرب کے وحشی بہت سفاک تھے۔ ان کے نزدیک عورت صرف تفریح کا سامان تھی۔ جب چاہتے شادی رکھتے۔ جب چاہتے بیوی کو چھوڑ دیتے۔ تعدد ازواج کی کوئی حد مقرر نہ تھی۔ مرد جس قدر چاہتا اپنے لیے عورتیں جمع کر لیتا۔ ناجائز تعلقات کی وجہ سے وہاں کا خاندانی نظام تباہ ہو چکا تھا۔[18]

قالوهب الاسدى اسلمت و عندى ثمان نسوت[19]

(وہب اسدیؓ کہتے ہیں کہ جب میں نے اسلام قبول کیا تو میرے عقد میں آٹھ بیویاں تھیں۔)

عن ابن عمر ان غيلان ابن سلمة الثقفى اسلم وله عشر نسوةً فى الجاهلية[20](غیلان ثقفیؓ مسلمان ہوئے تو ان کے پاس دس بیویاں تھیں۔)

دور جاہلیت میں نکاح کے کئی طریقے رائج تھے جیسا کہ:

زواج البغولة (خاوند کا عورتیں جمع کرنا)، زواج البدل (بدلے کی شادی)، نکاح متعہ (وقتی نکاح)، نکاح الخذن (دوستی کی شادی)، نکاح الضعیفۃ، نکاح شغار (وٹے سٹے کی شادی)، نکاح الاستبضاء (فائدہ اٹھانے کے لیے نکاح کرنا)، نکاح الربط (اجتماعی نکاح)، نکاح البغا (فاحشہ عورتوں سے تعلق)۔ جاہلیت میں عورتوں کو نہ حق ملکیت حاصل تھا اور نہ ہی انہیں میراث دی جاتی جب تک خاوند زندہ رہتا بیوی اس کے ماتحت رہتی۔ خاوند کے انتقال کے بعد اس کے ورثاء کا اس پر مکمل قبضہ ہوتا۔[21] قرآن پاک میں یہ حکم آیا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَحِلُّ لَكُمْ أَن تَرِثُوا النِّسَاءَ كَرْهًا وَلَا تَعْضُلُوهُنَّ لِتَذْهَبُوا بِبَعْضِ مَا آتَيْتُمُوهُنَّ[22]

(اے ایمان والو! تمہارے لیے حلال نہیں کہ زبردستی عورتوں کو ورثے میں لے بیٹھو۔ انہیں اس لیے روک نہ رکھو کہ جو تم نے انہیں دے رکھا ہے اس میں سے کچھ لے لو۔)

اس دور میں بغیر کسی اصول و قیود کے مرد اپنی بیوی کو طلاق دے دیتا تھا۔ جس وقت اور جیسے چاہتا طلاق دیتا اور جب چاہتا اسے اپنی زوجیت میں واپس لے لیتا۔ طلاق کی ان کے نزدیک کوئی تعداد متعین نہ تھی۔[23]

عرب معاشرے میں عورت بحیثیت بیوی سب سے مظلوم تھی۔ ایک روایت میں ہے کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو پریشان کرنا چاہا تو اس نے اپنی بیوی سے کہا کہ نہ تو میں کبھی تیرے پاس آؤں گا اور نہ ہی تجھے طلاق دوں گا۔ بیوی نے کہا کہ وہ کیسے؟ اس نے کہا طلاق دوں گا۔ جب عدت کی مدت ختم ہونے لگے گی تو رجوع کرلوں گا۔[24] پھر وہ عورت خدمت نبوی ﷺ میں حاضر ہوئی اس نے اپنے شوہر کی شکایت کی تو اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا:

الطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيحٌ بِإِحْسَانٍ[25]

(طلاق (صرف) دو بار ہے (یعنی جب دو طلاقیں دے دی جائیں تو) پھر (عورتوں کو) یا تو بطریق احسن (نکاح میں) رہنے دینا چاہیے یا بھلائی کے ساتھ چھوڑ دینا چاہیے۔)

جب مرد اپنی عورت کے ساتھ رہ کر تنگ آجاتا تو اسے اپنی ماں یا بہن کے ساتھ تشبیہ دے کر اسے اپنے اوپر حرام کر دیتا تھا۔ اس قسم کے عمل کو ظہار کہتے تھے۔ مفتی محمد شفیع صاحبؒ فرماتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں ظہار کا لفظ دائمی حرمت کے لیے بولا جاتا تھا اور طلاق کے لفظ سے شدید سمجھا جاتا تھا کیونکہ طلاق کے بعد تو رجعت یا نکاح جدید ہو کر پھر بیوی بن سکتی تھی مگر ظہار کی صورت میں رسم جاہلیت کے مطابق ان کے آپس میں میاں بیوی ہو کر رہنے کی قطعی کوئی صورت نہ تھی۔[26] ظہار میں شوہر نہ اپنی بیویوں کو آزاد کرتے تھے اور نہ ہی نان و نفقہ دیتے تھے۔

دور جاہلیت میں عورت کو عدت کے دوران بہت تکلیف سہنی پڑتی تھی۔ عبداللہ مرعی لکھتے ہیں کہ جاہلی عادات اور گزشتہ زمانوں سے چلے آرہے طریقے عورت پر لاگو تھے اور یہ طریقے عورت پر بہت زیادہ ظلم و اذیت کا سبب بنتے تھے۔ جب شوہر مر جاتا تو اس کی بیوی بہت ہی معمولی اور ردی لباس پہنتی۔ نہ خوشبو لگاتی اور نہ ہی نہاتی۔ چند جاہلی شعائر کے ساتھ عدت گزارتی اور عدت سے باہر آتی۔[27]

اسلام میں عورت بحیثیت ماں:

قرآن و سنت میں ماں کا مقام معراجِ انسانیت ہے۔ ماں کو دین اسلام نے وہ مقام و مرتبہ عطا کیا جس کا تصور بھی اس سے پہلے ممکن نہ تھا۔ قرآن پاک میں خدا کی توحید کے بعد والدین کا درجہ ہے اور والدین میں بھی والدہ کو ایک درجہ فضیلت دی گئی ہے۔ اولاد کو ان کی عزت و تکریم کرنے کا حکم دیا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَقَضَىٰ رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا إِمَّا يَبْلُغَنَّ عِندَكَ الْكِبَرَ أَحَدُهُمَا أَوْ كِلَاهُمَا فَلَا تَقُل لَّهُمَا أُفٍّ وَلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُل لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا[28] (اور تیرے پروردگار نے صاف صاف حکم دیا ہے کہ تم اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرنا اور ماں باپ کے ساتھ احسان کرنا۔ اگر تیری موجودگی میں ان میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان کے آگے اُف تک نہ کہنا، نہ انہیں ڈانٹ ڈپٹ کرنا بلکہ ان کے ساتھ ادب و احترام سے بات چیت کرنا۔)

اسلام نے بحیثیت ماں عورت کا مقام و مرتبہ اس قدر بلند کیا کہ خود مرد اس کے سامنے سر فگندہ نظر آتے ہیں کیونکہ جنت ماں کے قدموں تلے رکھی گئی ہے۔ اَلْجَنَّةُ تَحْتَ اَقْدَامِ الْاُمَّهَاتِ[29] (جنت ماؤں کے قدموں تلے ہے۔)

حضرت مغیرہؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَيْكُمْ عُقُوقَ الْأُمَّهَاتِ[30] (اللہ تعالیٰ نے تم پر ماؤں کی نافرمانی کو حرام کر دیا ہے۔)

عورت کسی بھی حالت میں محض عورت ہونے کی وجہ سے حق وراثت سے محروم نہیں ہو سکتی۔ ماں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

وَلِأَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ إِن كَانَ لَهُ وَلَدٌ فَإِن لَّمْ يَكُن لَّهُ وَلَدٌ وَوَرِثَهُ أَبَوَاهُ فَلِأُمِّهِ الثُّلُثُ فَإِن كَانَ لَهُ إِخْوَةٌ فَلِأُمِّهِ السُّدُسُ مِن بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِي بِهَا أَوْ دَيْنٍ[31]

(اور میت کے والدین میں سے ہر ایک کے لیے اس کے چھوڑے ہوئے مال کا چھٹا حصہ ہے اگر اس (میت) کی اولاد ہو اور اگر اولاد نہ ہو اور ماں باپ وارث ہوتے ہیں تو اس کی ماں کے لیے تیسرا حصہ ہے۔ ہاں اگر میت کے کئی بھائی ہوں تو پھر ماں کے لیے چھٹا حصہ ہے۔ یہ

حصے اس وصیت کی تکمیل کے بعد ہیں جو مرنے والا کر گیا ہو یا ادائے قرض کے بعد۔)رسول اللہ ﷺ اپنی ماں کو یاد فرماتے تو آبدیدہ ہو جاتے۔ رضاعی والدہ حضرت حلیمہؓ تشریف لاتیں تو حضور ﷺ ان کے بیٹھنے کے لیے چادر بچھا دیتے۔[32]

عورت بحیثیت بیٹی:

ماں کے بعد قابل عزت ہستی بیٹی ہے۔ اسلام نے بیٹی کو رحمت قرار دیا ہے۔ قرآن نے بیٹی کو زندہ درگور کرنے کو جہنم کا سبب اور بیٹی کی تربیت اور اس کے ساتھ شفقت کو آگ سے نجات کا ذریعہ قرار دیا ہے۔ اسلام نے بیٹی کو وراثت میں بھی حصہ دار ٹھہرایا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

> يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَيَيْنِ فَإِن كُنَّ نِسَاءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ وَإِن كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ[33]
>
> (اللہ تعالیٰ تمہیں تمہاری اولاد کے بارے میں حکم کرتا ہے کہ ایک لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے برابر ہے اور اگر صرف لڑکیاں ہی ہوں تو انہیں مال متروکہ کا دو تہائی ملے گا۔ اور اگر ایک ہی لڑکی ہو تو اس کے لیے آدھا ہے۔)

آنحضور ﷺ نے اپنی بیٹیوں کی تربیت اس عمدہ طریقے سے کی کہ ان کی زندگی کا ہر پہلو دنیا بھر کی عورتوں کے لیے قابل تقلید ٹھہرا۔ حضرت فاطمہؓ کے متعلق رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے: فَإِنَّمَا ابْنَتِي بَضْعَةٌ مِنِّي يَرِيبُنِي مَا رَابَهَا وَ يُؤْذِيْنِي مَا آذَاهَا۔[34] (میری بیٹی فاطمہ میرے جگر کا حصہ ہے۔ جو چیز اس کے لیے باعث تشویش ہوئی، وہ میرے لیے پریشانی کا سبب ہوگی اور جو بات اس کے لیے اذیت کا سبب ہوگی، یقیناً اس سے مجھے بھی تکلیف ہوگی۔) رحمت للعالمین ﷺ کو اپنی صاحبزادیوں سے بے پناہ محبت تھی۔ حضرت فاطمۃ الزہراؓ تشریف لاتیں تو آپ ﷺ فرط محبت سے کھڑے ہو جاتے اور اپنی جگہ ان کو دے دیتے۔

عورت بحیثیت بہن:

بہن کی حیثیت سے اسلامی معاشرہ کے دور اوّل میں عورت کی عظمت و وقعت کا اندازہ لگانے کے لیے یہی واقعہ کافی ہے کہ جنگ احد کے موقع پر حضرت جابرؓ کے والد نے حضرت جابرؓ سے کہا کہ صاحبزادے شاید پیش آنے والے معرکہ میں مجھے اس دنیا سے کوچ کرنا پڑے۔ اس آخری وقت میں تمہیں اپنی لڑکیوں کے بارے میں خیر اندیشی کی وصیت کرتا ہوں۔[35] چنانچہ حضرت جابرؓ نے باوجود جوان ہونے کے بیوہ سے شادی کی۔ ان کا بیان ہے کہ

> أَنَّ عَبْدُاللهِ هَلَکَ وَ تَرَکَ تِسْعَ بَنَاتٍ اَو قَالَ سَبْعَ فَتَزَوَّجْتُ امْرَأَةً ثَيِّباً فَقَالَ لِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا جَابِرُ! تَزَوَّجْتَ قَالَ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ فَبِكْرٌ أَمْ ثَيِّبٌ قَالَ قُلْتُ بَلْ ثَيِّبٌ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ فَهَلَّا جَارِيَةً تُلَا عِبُهَا وَتُلَا عِبُکَ أَوْ قَالَ تُضَاحِكُهَا وَتُضَاحِکُکَ[36]
>
> (میرے والد جنگ احد میں شہید ہوگئے تھے اور اپنے پیچھے نو بیٹیاں چھوڑ گئے (جو میری نو بہنیں ہیں) میں نے ایک شوہر دیدہ عورت سے شادی کی۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے جابر! کیا تم نے شادی کر لی ہے؟ عرض کیا، جی ہاں۔ فرمایا کنواری سے یا شوہر دیدہ سے؟ عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! میں نے ایک شوہر دیدہ عورت سے شادی کی ہے۔ فرمایا کنواری لڑکی سے کیوں نہیں کی کہ وہ تجھ سے کھیلتی اور تُو اس سے کھیلتا یا فرمایا تُو اس سے ہنستا اور وہ تجھ سے ہنستی) انہوں نے کہا میں نے بہنوں کی حسن تربیت اور نگہبانی کے لیے تجربہ کار عورت سے شادی کرنا مناسب سمجھا۔

عورت بحیثیت بیوی:

قبل از اسلام بحیثیت بیوی عورت کی کوئی قدر و منزلت نہ تھی۔ اسے جوئے کے داؤ پر لگا دیا جاتا تھا۔ بیوی کو ظالم خاوند سے چھٹکارا حاصل کرنے کا حق حاصل نہ تھا۔ اسلام نے ہی بیوی کو بلند مقام عطا کیا۔ اس کے انفرادی تشخص کو تسلیم کرتے ہوئے فرائض کے ساتھ ساتھ اس کے حقوق بھی متعین

کیے۔ بحیثیت بیوی اسے نکاح، حق مہر، نان نفقہ، حسن سلوک، طلاق اور خلع کا حق دیا۔ اللہ نے قرآن پاک میں مرد و عورت کے تعلق کو ایک لطیف مثال کے ذریعے بیان کیا ہے: هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ[37] (وہ (عورتیں) تمہارے لیے لباس ہیں اور تم (مرد) ان کے لیے لباس ہو۔) نبی کریم ﷺ کی بیویوں کو گھر کے معاملات میں رائے دینے کی پوری آزادی حاصل تھی حالانکہ اس وقت کے عرب معاشرے میں ایسا کوئی تصور نہ تھا۔ حضرت عمرؓ کو اپنی بیٹی حضرت حفصہؓ سے یہ سُن کر بہت تعجب ہوا کہ نبی کریم ﷺ کی بیویاں گھر کے معاملات میں آپ ﷺ سے بحث و تکرار کرتی ہیں۔[38] آپ ﷺ نے اپنی ازدواج مطہراتؓ کے ساتھ بہترین برتاؤ کیا۔ آپ ﷺ کا فرمان ہے: خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لأَهْلِهِ وَأَنَا خَيْرُكُمْ لأَهْلِي[39] (تم میں سے بہتر وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے لیے بہتر ہے اور میں تم میں سب سے زیادہ اپنے گھر والوں کے لیے بہتر ہوں۔)

آپ ﷺ کو اپنی بیوی حضرت خدیجہؓ سے بہت محبت تھی۔ اکثر ان کو یاد کرتے ہوئے آبدیدہ ہو جاتے۔ ان کی سہیلیوں کی قدر کرتے۔ جب کبھی بکری ذبح کرتے تو انہیں بھی بھجواتے۔[40] یہ نبی کریم ﷺ کی تعلیمات کا اثر ہی تھا کہ صحابہ کرامؓ بھی اپنی بیویوں کے ساتھ نہایت محبت سے رہتے تھے۔ غرض کہ حقوق نسواں کے تحفظ سے ایک ایسا پر سکون اور صالح معاشرہ وجود میں آتا ہے جہاں مرد و عورت کے صحیح تعاون و توازن سے معاشرہ جنت کا نمونہ بن جاتا ہے۔ جب مرد و عورت اپنے دائرہ کار میں رہ کر مستعد ہو جاتے ہیں تو اسلامی تہذیب و تمدن کے ارتقاء کے لیے حالات ساز گار ہو جاتے ہیں۔

اسلام میں حقوق نسواں

جدید مسلم ریاست کی تشکیل میں حقوق نسواں کی اہمیت مسلمہہے بشرطیکہ ان کی فراہمی و تعین اسلامی تعلیمات کے مطابق ہو۔ اس مقالہ میں حقوق نسواں کو اسلامی تعلیمات کی روشنی میں درج ذیل عناوین کے تحت بیان کر سکتے ہیں۔

1. پرورش کا حق:

اولاد خواہ لڑکی ہو یا لڑکا ہر ایک کو زندہ رہنے اور پرورش کا حق حاصل ہے۔ اسلام نے ان کے درمیاں تفریق کو سخت ناپسند کیا ہے۔ لڑکی کی پرورش اور تربیت کی تاکید کرتے ہوئے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مَنْ ابْتُلِيَ مِنْ هَذِهِ الْبَنَاتِ بِشَيْءٍ فَأَحْسَنَ إِلَيْهِنَّ كُنَّ لَهُ سِتْرًا مِنَ النَّارِ[41] (جو کوئی بیٹیوں کی کثرت کے ساتھ آزمایا گیا اور اس نے ان کی اچھی دیکھ بھال کی تو وہ اس کے لیے آگ سے پردہ بن جائیں گی۔) حضرت انسؓ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں: مَنْ عَالَ جَارِيَتَيْنِ حَتَّى تَبْلُغَا جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَنَا وَ هُوَ وَضَمَّ أَصَابِعَهُ[42] (”جو شخص دو بچیوں کی ان کی جوانی تک پہنچے تک پرورش کرے گا، قیامت کے روز میں اور وہ اس طرح ہوں گے“ یہ کہہ کر اپنی انگشتائے مبارک کو ملایا۔)

2. تعلیم کا حق:

قدیم زمانے میں علم کا میدان صرف مردوں کے لیے تھا۔ نبی کریم ﷺ نے لڑکیوں کی تعلیم و تربیتکی طرف خاص توجہ دلائی۔ حضرت ابو سعید خدریؓ سے مروی ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: من عال ثلاث بنات فادبهن واحسن اليهن فله الجنة[43] (جس ے اپنی تین بیٹیوں کو پالا، ان کی اچھی تعلیم و تربیت کی، ان کی شادی کی اور ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا تو ایسے شخص کے لیے جنت ہے۔)

3. نکاح کا حق:

اسلام کا یہ خصوصی طرہ امتیاز ہے کہ اس نے عورت کو نکاح کا حق دیا۔ اگرچہ لڑکی کے لیے سرپرست اور ولی کی شرط لگائی ہے لیکن اس ساتھ یہ بھی کہا کہ نکاح عورت کی اپنی مرضی سے ہی ہو گا۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: لَا تَنْكَحُ الْأَيِّمُ حَتَّى تُسْتَأَ مَرَوَة تُنْكَحُ

الْبِكْرُ حَتَّى تُسْتَأْذَنَ[44](بیوہ کا نکاح اس کے حکم کے بغیر اور باکرہ کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر نہیں کیا جائے گا۔) صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! کنواری سے اجازت کیسے لی جائے تو فرمایا اس کی اجازت یہ ہے کہ خاموش رہے۔

4. حق وراثت:

وراثت عورت کا قانونی حق ہے اور یہ حق اسلام نے اس کو دے کر معاشی تحفظ فراہم کیا۔ اسلام نے عورت کو مالی حقوق اس لیے عطا کیے تا کہ وہ تنگ دست نہ رہے۔ اس کے لیے وراثت میں حصہ مقرر کیا۔ وراثت میں عورت کا حصہ مرد کے مقابلے میں نصف رکھا گیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ عورت کا نفقہ صرف اس کے شوہر پر ہی واجب نہیں بلکہ شوہر نہ ہونے کی صورت میں باپ بھائی، بیٹے یا دوسرے اولیاء پر اس کی کفالت کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے کیونکہ عورت کی کفالت کا ذمہ اسی کے وارث مردوں پر ہے۔ اس لیے وراثت میں اس کا حصہ مرد کی نسبت کم ہے۔

اللہ تعالیٰ نے زیر دستوں کی کفالت اور اسے فتنوں سے بچانے کے لیے اسے مرد کے برابر حق وراثت بخشا۔ جس کی وضاحت اس ارشاد ربانی میں موجود ہے۔

لِّلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ نَصِيبًا مَّفْرُوضًا[45]

(مردوں کے لیے اس میں سے ایک حصہ ہے جو ان کے والدین اور قریبی چھوڑیں اور عوت کے لیے ان سے حصہ ہے جو ان کے ماں باپ اور قرابت دار چھوڑ دیں۔ اس (متروکہ) میں تھوڑا ہو یا زیادہ بہر حال ایک حصہ قطعی ہے۔)

لڑکیاں جو اب تک میراث سے محروم تھیں، ان کو اسلام نے وراثت کا حق دیا تو لوگوں کو تعجب ہوا کہ ان لڑکیوں کو بھی حصہ ملے گا جو جنگ نہیں کر سکتیں۔ اس طرح خاوند کی میراث میں بیوہ کو اسلام نے حصہ دیا جیسے شوہر بیوی کا وارث گردانا گیا، ٹھیک ایسی طرح بیوی کو شوہر کا وارث گردانا گیا۔ کوئی نہیں ہے جو بیوی کو اس کے شوہر کے مال سے محروم کر دے۔وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ إِن لَّمْ يَكُن لَّكُمْ وَلَدٌ فَإِن كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُم مِّن بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوصُونَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ[46](اور تمہاری اولاد نہ ہو تو بیویوں کا چوتھا حصہ ہے اور اگر اولاد ہو تو پھر آٹھواں حصہ ہے۔ تقسیم تمہاری وصیت کی تعمیل اور تمہارے قرضے کی ادائیگی کے بعد ہوگی۔)

5. حق مہر:

اسلام نے نکاح کے ساتھ عورت کا مہر بھی متعین کیا۔ مہر وہ رقم یا چیز ہے جو مرد اپنی منکوحہ کو بلا کسی معاوضے کے بطور ہدیہ یا تحفہ دیتا ہے۔ یہ وہ مقرر حق ہے جو نکاح کے لیے لازمی چیز ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ فَرِيضَةً[47](انہیں ان کے مقررہ حق مہر ادا کر دو۔) مہر اس لیے مقرر کیا گیا کہ عورت کو اپنی اہمیت اور برتری کا احساس ہو۔ مہر کی رقم متعین نہیں ہے بلکہ مہر مرد کی استطاعت کے مطابق رکھا جاتا ہے۔ عورت مہر کی رقم کی بلا شرکت غیرے مالک ہوتی ہے۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:وَآتُوا النِّسَاءَ صَدُقَاتِهِنَّ نِحْلَةً[48](اور عورتوں کو ان کے مہر خوشی سے ادا کرو۔)

6. اظہار رائے کا حق:

اسلام کے ابتدائی دور میں 12 اوقیہ اور ایک نش مہر نبی کریم ﷺ نے اپنی بیویوں کا مقرر کیا۔ حضرت عمرؓ نے اپنے عہد میں اس کے لیے چالیس اوقیہ کی انتہائی مقدار مقرر کرنا چاہی مگر ایک عورت نے آپؓ کو ٹوک کر کہا کہ وہ قرآن کی رو سے مہر کی مقدار مقرر نہیں کر سکتے اور یہ دلیل سن کر حضرت عمرؓ نے اپنا فیصلہ واپس لے لیا۔[49] اور فرمایا اصابت امراۃ و اخطا عمر (عورت نے صحیح کہا ہے عمرؓ سے غلطی ہوئی ہے۔)

7. نان ونفقہ کا حق:

نفقہ سے مراد خوراک، لباس اور رہائش ہے۔ قوام ہونے کی صورت میں مرد کا کمانا اور اہل و عیال کے لیے ضروریات زندگی فراہم کرنا ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے:الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ[50](مرد عورتوں پر قوام ہے۔)قوام کی وضاحت اس طرح کی گئی کہ وَبِمَا أَنفَقُوا مِنْ أَمْوَالِهِمْ[51] (مرد اپنے مال خرچ کرتے ہیں۔)یعنی مردوں کو ایک درجہ فضیلت مال کمانے اور اہل و عیال پر خرچ کرنے کے سبب ملی ہے۔

عورت کا نان و نفقہ اس کے شوہر پر واجب ہے۔ شادی سے پہلے اور شوہر نہ ہونے کی صورت میں یا طلاق یا بیوگی کی صورت میں باپ بھائی یا بیٹے یا عورت کے دیگر ولیوں پر اس کی کفالت واجب ہوتی ہے۔ لہٰذا یہ ثابت ہوا کہ خود عورت پر کسی کی کفالت کا بوجھ نہیں ہے۔نفقہ کی کوئی خاص مقدار مقرر نہیں کی گئی بلکہ ہر شخص اپنی مالی حیثیت کے مطابق دے گا۔ قرآن پاک میں ہے:عَلَى الْمُوسِعِ قَدَرُهُ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهُ[52](وسعت والا اپنی حیثیت کے مطابق اور تنگدست اپنی حیثیت کے مطابق۔)

مزید اللہ تعالیٰ نے فرمایا:وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ[53](اور ماں اور بچے کے کھانے اور کپڑے کی ذمہ داری)

8. حق خلع:

تمدنی لحاظ سے اسلام نے عورت کا مرتبہ بہت بلند کر دیا ہے۔ یہاں تک کہ ناپسند شوہر سے رہائی حاصل کرنے کے لیے خلع کا حق عورت کو دیا گیا۔ اگر عورت کچھ دے دلا کر اپنے شوہر سے آزادی حاصل کر لے تو شریعت کی اصطلاح میں اسے خلع کہتے ہیں۔ اسلام نے جس طرح مرد کو طلاق کا حق دیا ہے، اسی طرح عورت کو بھی اختیار دیا ہے کہ وہ فی الواقع شوہر سے مایوس ہو چکی ہو اور نباہ کا اب کوئی اور امکان نہ ہو تو وہ کچھ معاوضہ دے کر تنسیخ نکاح کروا سکتی ہے اور یہی خلع ہے۔ مسلم خواتین میں سب سے پہلے خلع حضرت زینبؓ زوجہ حضرت زید بن حارثہؓ نے حاصل کی جس کا ذکر سورۃ الاحزاب میں تفصیل کے ساتھ آیا ہے۔فَلَمَّا قَضَىٰ زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا[54](پھر جب زید نے اس سے کوئی حاجت نہ رکھی۔)

9. حق ملکیت:

اسلام نے پہلی مرتبہ عورت کو مستقل قانونی تشخص عطا کیا۔ وہ اپنی ذاتی ملکیت رکھ سکتی ہے اور اس میں تصرف کا اختیار بھی رکھتی ہے۔لِّلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوا وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ[55](جو کچھ مردوں نے کمایا، اس کے مطابق ان کا حصہ ہے اور جو عورتوں نے کمایا، اس کے مطابق ان کا حصہ ہے۔) خواتین کو شرعی ضابطہ کے تحت ماں، باپ، شوہر یا اولاد سے جو مال ملے یا وہ اپنی جدوجہد سے جو دولت کمائے، اس کی وہ خود مالک ہے، وہ جائیداد کی خرید و فروخت اور وقف و ہبہ اور وصیت کا حق رکھتی ہے۔ اس میں مداخلت کا کوئی بھی شخص مجاز نہیں۔

10. عزت وآبرو کا حق:

عزت و آبرو انسان کی قیمتی متاع ہے۔ اس پر دست درازی کرنے کی کسی کو اجازت نہیں دی جاسکتی۔ خواتین کی عزت و آبرو پر ہمیشہ حملے ہوتے رہے۔ اس پر حملے کی دو شکلیں ہیں۔ ایک قذف اور دوسرا زنا۔ قذف یہ ہے کہ اس کے دامن عفت پر چھینٹے پھینکے جائیں۔ اللہ کے نزدیک یہ بہت بڑا جرم اور گناہ کبیرہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے انسانوں کو ہلاک کر دینے والے جن سات گناہوں کا ذکر کیا ہے ان میں یہ بھی شامل ہے: پاکدامن ایمان والی بھولی بھالی خواتین پر بدکاری کی تہمت لگانا۔ اسلام نے قانونی طور پر یہ سخت اقدام کیا کہ جو شخص کسی خاتون پر بدکاری کی تہمت لگائے، اسے اسّی کوڑے لگاؤ اور کسی معاملہ میں اس کی شہادت قبول نہ کرو۔

11. انصاف اور مساوات کا حق:

ایک سے زائد بیویوں کی صورت میں شوہر کی طرف سے مساوی حقوق حاصل کرنا عورت کا حق ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً[56] (پس اگر یہ اندیشہ ہو کہ ایک سے زائد بیویوں کے درمیان انصاف نہ کرسکو گے تو ایک ہی بیوی رکھو۔) نبی کریم ﷺ نے اپنی تمام بیویوں کے درمیان ہمیشہ انصاف و مساوات رکھا۔ ان میں سے ہر ایک کے لیے ایک دن مقرر فرما دیا تھا۔

12. تنقید و احتساب کا حق:

اس میں شک نہیں کہ اسلام نے خواتین کو بعض اجتماعی اور سیاسی ذمہ داریوں سے مستثنیٰ کر رکھا ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ ان معاملات سے بالکل الگ تھلگ اور کنارہ کش ہو کر رہے گی۔ ارشاد ربانی ہے: وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ[57] (مومن مرد اور مومن عورتیں یہ سب ایک دوسرے کے رفیق ہیں۔ معروف کا حکم دیتے ہیں اور منکر سے روکتے ہیں۔) امر بالمعروف اور نہی المنکر کے وسیع تقاضے ہیں۔ اس میں دعوت و تبلیغ بھی داخل ہے۔ یہ امت کی اصلاح کا عمل بھی ہے اور حکومت پر تنقید و احتساب کا عمل بھی۔

13. مال میں تصرف کا حق:

اسلام میں عورت کے پاس جو کچھ مال ہے، اس کی ملکیت، قبضہ و تصرف کے پورے حقوق اس کو حاصل ہیں۔ وہ اپنے مال کی خرید و فروخت رہن و ہبہ کر سکتی ہے۔ چاہے تو اسے کسی تجارت میں لگا سکتی ہے۔[58] اس حق میں مداخلت کا اختیار نہ باپ کو حاصل ہے، نہ شوہر کو اور نہ کسی اور کو مداخلت کا اختیار ہو سکتا ہے حتیٰ کہ اگر وہ اپنے باپ، بھائی یا شوہر کے ساتھ کاروبار میں شریک ہے تو اسے کاروبار میں شراکت کی حیثیت سے اپنے طے شدہ معاہدہ کے مطابق منافع ملنا چاہیے۔ اسی طرح مشترکہ کاروبار میں فریقین کے درمیان معاملات تحریری صورت میں ہوں تاکہ تنازعہ نہ ہو۔

14. صدقہ و خیرات کرنا:

مالدار عورت اپنی مرضی سے صدقہ و خیرات کر سکتی ہے۔ جیسا کہ قرآن پاک میں صراحت کے ساتھ حکم آیا ہے: إِنَّ الْمُصَّدِّقِينَ وَالْمُصَّدِّقَاتِ وَأَقْرَضُوا اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا يُضَاعَفُ لَهُمْ وَلَهُمْ أَجْرٌ كَرِيمٌ[59] (بے شک صدقہ دینے والے مرد اور صدقہ دینے والی عورتیں اور جو اللہ کو خلوص کے ساتھ قرض دے رہے ہیں، ان کے لیے یہ بڑھایا جائے گا اور انکے لیے اجر کریم ہے۔)

15. زکوۃ کی ادائیگی کا حق:

مالدار عورت اپنے مال میں سے زکوۃ ادا کرے گی۔ جیسا کہ قرآن پاک میں حکم آیا ہے: وَأَقِمْنَ الصَّلَاةَ وَآتِينَ الزَّكَاةَ[60] (اور نماز قائم کرتی رہو اور زکوۃ ادا کرتی رہو۔) زکوۃ کی اس فرضیت سے ثابت ہوتا ہے کہ عورت اپنے مال میں سے زکوۃ ادا کرے گی گویا عورت معاشی طور پر مستحکم ہو سکتی ہے۔

16. پردے کا حق:

پردہ عورت کا حق ہے۔ اس کے ذریعے عورت کو تحفظ اور پاک دامنی حاصل ہوئی۔ قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے: وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ[61] (اور اپنے گھروں میں ٹھہری رہو۔) یہاں قرن سے مراد عورت کا اپنے گھر میں وقار اور سکون کے ساتھ رہنا ہے۔

17. حق دیت:

عورت کا حق دیت مرد کے حق دیت و قصاص سے آدھا ہے۔ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ آدھا حق ہے لیکن غور و فکر کرنے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ اس حکم میں کیا حکمت پوشیدہ ہے۔ مرد کی دیت جو کہ عورت کی دیت سے دوگنا ہوتی ہے، عورت وصول کرتی ہے جبکہ عورت کی دیت مرد کی دیت سے نصف ہے، وہ مرد وصول کرتا ہے۔ گویا یہاں مجموعی طور پر عورت کو زیادہ حق حاصل ہوا ہے۔[62]

18. معاشی جدوجہد کی آزادی:

اسلام نے خواتین کو کاروبار اور معاشی جدوجہد کی آزادی دی ہے۔ اس لیے اسے تجارت، زراعت، لین دین، صنعت و حرفت، ملازمت، درس و تدریس، صحافت و تصنیف، سب ہی جائز کاموں کی اجازت ہے۔ اس ضمن میں مسٹر جسٹس آفتاب حسین Status of Islam میں لکھتے ہیں:

> Islam placed woman and man on the same footing in economicindependence, property rights and legal process. She might follow any legitimate profession, keep her earnings, inherit property and dispose of her belonging at will.[63]

19. بیوی کا حق حسن معاشرت:

ازدواجی زندگی میں مرد اور عورت کے ایک دوسرے پر حقوق ہیں اور ذمہ داریاں بھی ہیں۔ مردوں کو حکم دیا گیا ہے۔ عورتوں کے ساتھ معاشرت میں نیکی اور انصاف کو ملحوظ رکھو۔ آپس کے تعلقات میں فیاضی کو نہ بھول جاؤ۔ قرآن کہتا ہے: وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ[64] (عورتوں کے لیے بھی معروف طریقے پر ویسے ہی حقوق ہیں جیسے کہ مردوں کے حقوق ان پر ہیں۔ البتہ مردوں کو ان پر ایک درجہ حاصل ہے۔) نبی کریم ﷺ نے خطبہ حجۃ الوداع میں تاکید فرمائی کہ عورتوں کے ساتھ نیک سلوک کرو کیونکہ تم نے انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے بطور امانت لیا ہے۔

20. گواہی دینے کا حق:

قانون شہادت میں عورت کا حصہ آدھا ہے۔ قرآن کا قانون شہادت یہ ہے کہ شہادت کا نصاب دو مرد ہیں یا ایک مرد اور دو عورتیں یعنی دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کے مساوی شمار کی جائے گی۔ جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے: وَاسْتَشْهِدُوا شَهِيدَيْنِ مِن رِّجَالِكُمْ فَإِن لَّمْ يَكُونَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَامْرَأَتَانِ مِمَّن تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَاءِ أَن تَضِلَّ إِحْدَاهُمَا فَتُذَكِّرَ إِحْدَاهُمَا الْأُخْرَىٰ[65] (اور گواہ بناؤ اپنے مردوں میں سے۔ اگر دو مرد موجود نہ ہوں تو پھر ایک مرد اور دو عورتیں۔ جن کو تم گواہوں میں سے پسند کرو تاکہ اگر ایک بھول جائے تو دوسری یاد دلا سکے۔) قانون شہادت میں عورت کے تشخص کے آدھا ہونے کی حکمت پر غور کریں تو سمجھ میں آتا ہے اللہ تعالیٰ نے عورت کو بطور گواہ عدالتوں کے چکر لگانے سے بچایا ہے۔

عورت موجودہ مغربی تہذیب میں

موجودہ مغربی تہذیب نے آزادی نسواں کی آواز بلند کی تو بجائے اس کے کہ عورت کو معاشرہ کا ایک باعزت فرد قرار دے کر صحیح اور جائز حقوق دیے جاتے، اسے ذلیل و رسوا ہونے پر مجبور کر دیا گیا۔ جدید زمانہ اس کو اوج ثریا گردانتا ہے جبکہ موجودہ صورتحال عورت کے لیے قعر مذلت کی اتھاہ گہرائیوں میں گرنے کے مترادف ہے۔ خاندانی نظام ختم ہو گیا ہے۔ معاشرہ میں بے راہ روی عام ہو گئی۔ حقوق اور ذمہ داریوں میں عدم توازن پیدا ہو گیا۔ عورت سے ہمدردی کے جذبہ میں کمی ہو گئی۔ عورت اور مرد کے درمیان مساوات کا دعویٰ تو کیا گیا لیکن عملاً مساوات برتی نہیں جاتی۔[66] محمد قطب نے اس معاشرتی رویے کو ناانصافی پر مبنی قرار دیا ہے۔ انقلاب نسواں میں سب سے زیادہ مظلوم ہستی عورت ہے۔ اس کو اب پہلے سے کہیں زیادہ محنت کرنا پڑتی ہے۔ اس کے باوجود نہ وہ نفسیاتی طور پر آسودہ ہے، نہ مادی لحاظ سے خوشحال۔ مرد نے نہ صرف یہ کہ عورت کا خواہ وہ اس کی

بیوی تھی یا ماں، مالی سہارا بننے سے انکار کر دیا بلکہ اپنی روزی آپ کمانے کی ذمہ داری بھی الٹا اس کے سر پر ڈال دی۔ اس طرح وہ کارخانہ دار کی بے انصافیوں کا شکار بنتی ہے۔ اس کو کام بھی زیادہ کرنا پڑتا ہے مگر معاوضہ مردوں کے مقابلہ میں کم ملتا ہے۔[67]

آزادیٔ نسواں کے نتائج

مغرب نے مساواتِ مرد وزن اور ترقی نسواں کے پُر فریب نعروں میں عورت کو گرفتار کر کے زندگی کے مسائل میں اضافہ کر دیا ہے۔ وہ اب صرف نائٹ کلبوں کی زینت ہی نہیں بلکہ مرد کی ہوس پرستی کا سامان بننے والی پرسنل سیکرٹری، ایئر ہوسٹس اور ماڈلنگ میں اپنی بے توقیری و تحقیری کا نشان بن گئی ہے۔ تشہیر کے لیے عورت کو استعمال کیا جارہا ہے جہاں دو کوڑی کی چیز بھی نسوانی چہرہ کے اشتہار کے ساتھ فروخت کی جاتی ہے۔ اس سے خواتین میں ذہنی پریشانی اور بے سکونی پھیل رہی ہے۔[68]

اسلام اور منشور انسانی حقوق کا موازنہ

دسمبر 1948ء کو اقوام متحدہ کا "منشور انسانی حقوق" جاری ہوا جس میں تمام حقوق سمو دیے گئے جو مختلف یورپی ممالک کے دساتیر میں شامل تھے یا ایک انسانی ذہن میں آسکتے تھے۔[69] اس کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہو گا کہ یہ حقوق غیر فطری و غیر معتدل ہیں اور اس کے نقصانات بھی رفتہ رفتہ سامنے آرہے ہیں۔

- حقوق انسانی کے عالمی منشور کی پہلی دفعہ میں تمام انسانوں کو عزت میں برابر قرار دیا گیا ہے جبکہ اسلام کا اصول ہے کہ وہ زیادہ عزت والا ہے جو زیادہ متقی ہے۔
- اسی طرح دفعہ پانچ کی رو سے اسلامی سزائیں تشدد و ظلم قرار پاتی ہیں۔[70]
- دفعہ 16 کے تحت بلا تخصیص مذہب آپس میں شادی کی جاسکتی ہے جبکہ اسلام میں عورت کا غیر مسلم سے شادی کرنا حرام ہے۔[71]
- دفعہ 18-19 کے تحت ہر شخص کو مذہب تبدیل کرنے اور آزادیٔ خیال کی اجازت دی گئی ہے جبکہ اسلام میں حدود و قیود ہیں۔ اس منشور میں فرد ہی سب کچھ ہے۔ مذہب کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ خاندان و معاشرہ کی حیثیت ثانوی درجہ رکھتی ہے۔[72]

خلاصہ بحث

قبل از اسلام کی تاریخ گواہ ہے کہ مردوں کے طبقے نے طبقۂ نسواں کا ہمیشہ استحصال کیا اور ان کے ساتھ ظالمانہ سلوک روا رکھا۔

- کبھی خادمہ اور لونڈی کی حیثیت سے عورت کی خرید و فروخت کی جاتی رہی۔
- ملکیت اور وراثت کے تمام حقوق سے عورت کو محروم رکھا گیا۔
- اس کو گناہ اور ذلت کا مجسمہ سمجھا جاتا۔
- اس کی شخصیت کو ابھرنے اور نشوونما پانے کا کوئی موقع نہیں دیا جاتا۔

اسلام نے خواتین کے حقوق کی ادائیگی کو اتنا مقدم قرار دیا ہے کہ

- بیٹی کی حیثیت سے حسن سلوک کا بدلہ جنت میں حضور ﷺ سے قربت
- بہن کی حیثت سے مشفقانہ سلوک کا بدلہ جنت میں برکات لامحدود
- بیوی کی حیثیت سے حسن سلوک کا بدلہ دنیا میں بھلائی اور آخرت میں بھلائی
- ماں کی حیثیت سے خدمت، احترام اور حسن سلوک کا بدلہ، جنت اور رضائے الٰہی کا حصول کیونکہ ماں تو وہ ہستی ہے جنت جس کے پیروں تلے ہے۔

غرض یہ کہ عورت کے یہ چار اہم روپ ہیں اور ان میں ہر روپ میں حقوق کی ادائیگی دنیا اور آخرت کی بھلائی کی ضمانت ہے یعنی اسلام فقط کسی ایک دن کو خواتین کا عالمی دن قرار نہیں دیتا بلکہ دونوں جہاں کی زندگی کی بھلائی خواتین کے حقوق کی پاسداری اور ادائیگی سے وابستہ کر دی گئی ہے۔

اسلام نے سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں خواتین کو رفعت و بلندی کے ایک ایسے بام عروج تک پہنچایا جو حد ادراک سے بھی آگے ہے جس کا مقابلہ دنیا کی کوئی تہذیب اور قوم نہیں کر سکی۔

قرآن و سنت کے مطابق خواتین کو جو حقوق حاصل ہوئے، وہ یہ ہیں:

- زندہ رہنے کا حق
- پرورش کا حق
- تعلیم کا حق
- پردے کا حق
- نکاح کا حق
- مہر کا حق
- میراث کا حق
- عورت کا حق دیت
- گواہی دینے کا حق
- حق خلع
- مال میں تصرف کا حق
- انصاف و مساوات کا حق
- کسب معاش کا حق
- عزت و آبرو کا تحفظ
- تنقید و احتساب کا حق
- آزادی رائے کے اظہار کا حق
- بیوی کا حق حسن معاشرت

جدید مسلم ریاست میں یہ تمام حقوق خواتین کو حاصل ہونے چاہئیں۔ مغرب میں آزادی نسواں کے بعد عورت کے مسائل میں اضافہ ہو گیا۔ مغربی تہذیب عورت کو باعزت مقام دینے میں ناکام نظر آئی۔ حقوق انسانی کے عالمی منشور میں خواتین کی عزت و آبرو پر حملے کرنے والوں کے لیے کوئی جسمانی سزا نہیں دی جاتی۔ اسے حق وراثت اور حق ملکیت نہ مغربی تہذیب دے سکی اور نہ ہی بنیادی انسانی حقوق کے چارٹر میں یہ حقوق عورت کو حاصل ہوئے۔

تجاویز وسفارشات

جدید مسلم ریاست میں حقوق نسواں کی فراہمی و تعین اسلامی تعلیمات کے مطابق ہونا چاہیے۔ ماضی میں ریاستیں خواتینپر ظلم و زیادتی اور ان کی عزت و ناموس پر حملہ کرنے والوں کو شرعی سزائیں نہ دے سکیں۔ آج بھی بہت سے علاقوں میں خواتین کے حق وراثت اور حق ملکیت کو تسلیم نہیں کیا گیا۔ مقالہ ہذا کی روشنی میں حسبِ ذیل سفارشات پیش کی جاتی ہیں:

1. اسلام نے عورت کو جو حقوق عطا فرمائے ہیں، دنیا کے سامنے ان کی معروضیت اور حقیقت کو واضح اور اجاگر کیا جائے۔
2. حقوق نسواں سے متعلق تعلیمات نبوی ﷺ کو عملی طور پر نافذ کیا جائے۔
3. حقوق انسانی کے عالمی منشور میں عورت کے لیے حق ملکیت اور حق وراثت کو شامل کیا جائے۔
4. الیکٹرانک میڈیا کو چاہیے کہ خواتین کے حقوق کی احسن طریقے سے تشہیر و ترویج کرے۔
5. حقوق نسواں کے حوالے سے سیمینارز اور کانفرنسز منعقد کیے جائیں۔
6. اسلام کے خلاف بے بنیاد پروپیگنڈے کو ختم کیا جائے۔
7. خواتین کو ان کے جائز حقوق سے آگاہی ہونی چاہیے تاکہ وہ مغرب کی تقلید سے گریز کریں۔
8. حقوق نسواں کو مد نظر رکھتے ہوئے قانون سازی کی جائے۔
9. کاروکاری، ونی اور وٹے سٹے کی رسم کا سدباب کیا جائے۔
10. احتسابی عدالتوں میں ایسی محتسب خواتین کا تقرر کیا جائے جو عائلی قوانین پر عبور رکھتی ہوں اور تجربہ کار بھی ہوں۔

11. خواتین کو معاشی تحفظ دیا جائے۔
12. وراثت کی تقسیم کے قانون کو نافذ کیا جائے تا کہ جاگیر داری نظام کا خاتمہ ہو۔
13. بالجبر شادی کی صورت میں ایس ڈی ایم کو اختیار دیا جائے کہ وہ نکاح فسخ کروادے۔
14. خواتین کی عزت و ناموس پر حملہ کرنے والوں کو شرعی سزائیں دی جائیں۔
15. مخلوط نظام تعلیم کی بجائے مرد وخواتین کی الگ الگ تعلیم کا بندوبست کیا جائے۔

حوالہ جات وحواشی:

[1] عبدالقیوم ندوی۔ اسلام اور عورت۔ لاہور: سویرا آرٹ پریس، 1952ء۔ ص40۔

[2] نیاز فتح پوری۔ صحابیات۔ کراچی: نفیس اکیڈمی، 1982ء۔ ص10۔

[3] گستاولی بان (ڈاکٹر)۔ تمدن عرب۔ حیدر آباد (دکن): اعظم سٹیم پریس، 1936ء۔ ص554۔

[4] جلال الدین انصر عمری۔ عورت اسلامی معاشرے میں۔ لاہور: اسلامک پبلیکیشنز، 1962ء۔ ص4۔

[5] Syed, Amir Ali. The Spirit of Islam. Reprint, London, 1964. P. 233.

[6] عبدالقیوم ندوی۔ اسلام اور عورت۔ لاہور: سویرا آرٹ پریس، 1952ء۔ ص25۔

[7] خان، ایم عبدالرحمٰن۔ عورت انسانیت کے آئینے میں۔ لاہور: ثناءاللہ خان اور سنز، 1957ء۔ ص91۔

[8] مقبول بیگ بدخشانی۔ تاریخ ایران۔ لاہور: مجلس ترقی ادب، 1971۔ ص190۔

[9] خالد علوی (ڈاکٹر)۔ اسلام کا معاشرتی نظام۔ لاہور: مطبعہ مکتبۃ العلمیۃ، 1968۔ ص12۔

[10] Syed, Amir Ali. The Spirit of Islam. Reprint, London, 1964. P. 227.

[11] وحیدالدین خان۔ خاتون اسلام۔ لاہور: دارالتذکرہ، سن ندارد۔ ص56-55۔

[12] سید، ضیاءالدین۔ عورت قبل از اسلام و بعد از اسلام۔ کراچی: النور ہیلتھ ایجوکیشن ٹرسٹ (سن ندارد)۔ ص66۔

[13] محمد ثانی (حافظ) (ڈاکٹر)۔ محسن انسانیت اور انسانی حقوق۔ کراچی: دارالاشاعت (سن ندارد)۔ ص299۔

[14] ابن کثیر۔ ابوالفداء عمادالدین۔ تفسیر ابن کثیر۔ ج5۔ ص503۔

[15] القرآن 16:59

[16] حصاص، ابو بکر احمد بن علی رازی۔ احکام القرآن۔ بیروت: دار الاحیاء التراث العربی۔ ج2۔ ص148۔

[17] آلوسی، شہاب الدین محمود۔ تفسیر روح المعانی۔ ملتان: مکتبہ امدادیہ۔ ج3۔ ص245۔

[18] ایم عبدالرحمٰن خان۔ عورت انسانیت کے آئینے میں۔ لاہور: شیخ اکیڈمی (سن ندارد)۔ ص87۔

[19] بخاری، ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل۔ صحیح بخاری۔ لاہور: المیزان ناشران کتب (سن ندارد)۔ ج2۔ ص770-769۔

[20] ترمذی، ابوعیسی محمد بن عیسی۔ ابواب النکاح۔ جامع ترمذی۔ مترجم حافظ اکیڈمی محمد علی۔ کراچی: کارخانہ اسلامی کتب۔ ج1۔ ص416۔

[21] نیشاپوری، ابی عبداللہ حاکم۔ متدرک حاکم۔۔ مکہ مکرمہ: مکتبہ نزار مصطفی، 2000ء۔ ج2۔ ص28۔

[22] القرآن 4:19

[23] مرعی، عبداللہ بن محفوظ حامی۔ اسلام اور دیگر مذاہب ومعاشروں میں عورت کے حقوق ومسائل۔ مترجم محمود ثناءاللہ (مفتی)۔ کراچی: دارالاشاعت، 2001ء۔ ص63۔

[24] نیشاپوری، حافظ ابی عبداللہ حاکم۔ متدرک حاکم۔ مکہ مکرمہ: مکتبہ نزار مصطفی۔ 2000ء۔ ج2۔ ص280۔

[25] القرآن 2:229

[26] محمد شفیع (مفتی)۔ معارف القرآن۔ کراچی: ادارہ المعارف، 2001ء۔ ج8۔ ص336-335۔

[27] مرعی، عبداللہ بن محفوظ حامی۔ اسلام اور دیگر مذاہب و معاشروں میں عورت کے حقوق و مسائل۔ مترجم محمود ثناء اللہ مفتی۔ کراچی: دارالاشاعت، 2001۔ ص61-59۔

[28] القرآن 17:23

[29] سورہ الاحقاف 15:46

[30] البخاری، ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل۔ باب حقوق الوالدین من الکبائر۔ کتاب الأدب۔ صحیح بخاری۔ دہلی: کارخانہ تجارت کتب، 1938ء۔ حدیث نمبر 5518۔

[31] القرآن 4:11

[32] ابن سعد، ابوعبداللہ، محمد۔ الطبقات الکبری۔ بیروت (لبنان): مکتبہ للطباعۃ والنشر، 1978ء۔ 8:223۔

[33] القرآن 4:11

[34] مسلم، امام ابوالحسن مسلم بن الحجاج القشیری۔ باب فضائل بیت النبی۔ کتاب فضائل الصحابۃ۔ صحیح مسلم۔ بیروت (ناشر ندارد)، 1975ء۔ حدیث نمبر 4482۔

[35] نیشاپوری، ابی عبداللہ حاکم۔ مستدرک حاکم۔ مکہ مکرمہ: مکتبہ نزار مصطفیٰ، 2000ء۔ جلد 4۔ ص302۔

[36] مسلم، امام ابوالحسن مسلم بن الحجاج القشیری۔ باب استحباب نکاح البکر۔ کتاب الرضاع۔ صحیح مسلم۔ بیروت، 1975ء۔ حدیث نمبر 2664۔

[37] القرآن 2:187

[38] محمد ظفر الدین (مولانا)۔ اسلام کا نظام عفت و عصمت۔ لاہور: مکتبہ تردیدیہ، 1954ء۔ ص227۔

[39] الترمذی، ابوعیسی محمد بن عیسی۔ باب فضل ازواج النبی۔ کتاب مناقب الأنصار۔ جامع الترمذی۔ کراچی: ایم ایم سعید اینڈ کمپنی، سن ندارد۔ حدیث نمبر 3830۔

[40] البخاری، ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل۔ باب تزویج النبی خدیجہ وفضلھا۔ کتاب المناقب الأنصار۔ صحیح بخاری۔ دہلی: کارخانہ تجارت کتب، 1938ء۔ حدیث نمبر 3534۔

[41] البخاری، ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل۔ باب رحمۃ الولد وتقبیلہ ومعانقتہ۔ کتاب الآداب۔ صحیح بخاری۔ دہلی: کارخانہ تجارت کتب، 1938ء۔ حدیث نمبر 5995۔

[42] مسلم، ابوالحسن مسلم بن الحجاج القشیری۔ باب فضل الاحسان الی البنات۔ کتاب البر والصلۃ والأدب۔ صحیح مسلم۔ بیروت (ناشر ندارد)، 1975ء۔ حدیث نمبر 2631۔

[43] ابوداؤد، سلمان بن اشعث۔ باب فی فضل من عال یتیما۔ کتاب الأدب۔ سنن ابی داؤد۔ بیروت: دارالفکر، 1994ء۔ حدیث نمبر 5147۔

[44] البخاری، ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل۔ باب ینکح الأب وغیرہ البکر والثیب الابرضاھا۔ کتاب النکاح۔ صحیح بخاری۔ دہلی: کارخانہ تجارت کتب، 1938ء۔ حدیث نمبر 5136۔

[45] القرآن 4:7

[46] القرآن 4:12

[47] القرآن 4:24

[48] القرآن 4:4

[49] مودودی، سید ابواعلیٰ۔ حقوق زوجین۔ لاہور: ادارہ ترجمان القرآن (سن ندارد)۔ ص199۔

[50] القرآن 4:34

[51] القرآن 4:34

[52] القرآن 2:236

[53] القرآن 2:233

[54] القرآن 33:37

[55] القرآن 4:32

[56] القرآن 4:3

[57] القرآن 9:71

[58] ابواعلیٰ مودودی۔ پردہ۔ لاہور: اسلامک پبلیکیشنز، 1995ء۔ ص246-245۔

[59] القرآن 57:18

[60] القرآن 33:33

[61] القرآن 33:33

[62] سید، جلال الدین عمری۔ اسلام میں عورت کے حقوق۔ لاہور: اسلامک پبلیکیشنز، 1993ء۔ ص178۔

[63] Aftab Hussain (Dr) (Justice). Status of women in Islam. Law Publishing Co, 1987. P. 464.

[64] القرآن 2:228

[65] القرآن 2:282

[66] سید، جلال الدین عمری۔ اسلام میں عورت کے حقوق۔ لاہور: اسلامک پبلیکیشنز، 1993ء۔ ص18-15۔

[67] کیانی، محمد سلیم۔ شبہات حول الاسلام۔ سید، محمد قطب۔ لاہور: البدر پبلی کیشنز، 1981ء۔ ص.171

[68] صدیقی نعیم۔ عورت معرض کشمکش میں۔ لاہور: ادارہ معارف اسلامی، 1993ء۔ ص120۔

[69] ابو عمار زاہد الراشدی۔ اسلام اور انسانی حقوق (اقوام متحدہ کے عالمی منشور کے تناظر میں)۔ گوجرانوالہ: الشریعہ اکادمی، 2011ء۔ ص57۔

[70] ایضاً، ص75۔

[71] ایضاً، ص81-80۔

[72] ایضاً، ص98۔